فتاویٰ امن پوری (قسط ۳۲۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: ہم تھوڑا وقت گھر میں شطرنج کھیل لیتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: کبھی گھر میں تھوڑے وقت کے لیے شطرنج کھیلنے میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ نماز اور ذکر الٰہی سے غافل نہ ہوں، اس کے باوجود بچنا بہتر ہے۔ البتہ اہل علم میں شطرنج کے متعلق اختلاف ہے، بعض نے شطرنج کھیلنا جائز اور بعض نے حرام قرار دیا ہے۔

❁ امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ لَمْ يَكُنْ يَرٰى بَأْسًا بِلَعِبِ الشَّطْرَنْجِ إِذَا لَمْ يَكُنْ قِمَارًا .

''آپ رحمہ اللہ شطرنج کھیلنے میں کوئی حرج خیال نہیں کرتے تھے، بشرطیکہ اس میں جوا نہ لگایا جائے۔''

(التّمهيد لابن عبد البرّ : 13/182، وسندهٗ حسنٌ)

❁ حافظ بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ اللَّعِبَ بِهِمَا عَلٰى شَرْطِ الْمَالِ حَرَامٌ بِاتِّفَاقٍ .

''اگر نردشیر اور شطرنج کے کھیل پر جوا لگایا جائے، تو بالاتفاق حرام ہے۔''

(شُعب الإيمان، تحت الحديث : 6076)

مرفوع روایات:

شطرنج کھیلنے کی مذمت اور ممانعت میں جتنی مرفوع وموقوف روایات آتی ہیں، وہ ساری کی ساری ضعیف اور غیر ثابت نہیں۔

❁ علامہ عمر بن بدر موصلی حنفی رحمہ اللہ (۶۲۲ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَصِحُّ فِي هٰذَا الْبَابِ شَيْءٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''شطرنج کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے کچھ ثابت نہیں۔''

(المُغني عن الحفظ والكتاب: 505/2)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

كُلُّهَا كَذِبٌ عَلٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''شطرنج کی حرمت یا اباحت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے مروی تمام روایات جھوٹی ہیں۔''

(المَنار المُنيف، ص 134)

❁ علامہ فیروز آبادی رحمہ اللہ (۸۱۷ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِيهِ حَدِيثٌ صَحِيحٌ.

''شطرنج کے بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔''

(رِسالة في بَيان ما لم يثبت، ص 44)

❁ حافظ سخاوی رحمہ اللہ (۹۰۲ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَثْبُتْ مِنَ الْمَرْفُوعِ فِي هٰذَا الْبَابِ شَيْءٌ.

''شطرنج کے بارے میں کوئی مرفوع روایت ثابت نہیں۔''

(المَقاصد الحَسنة، ص 669)

سوال: مرد کے لیے سینے کے بال مونڈھنا کیسا ہے؟

جواب: مرد کے لیے جسم سے فاضل بالوں کے علاوہ بال مونڈھنا جائز نہیں۔ یہ عبث فعل ہے۔

سوال: اگر مرد کے بھووں کے بال بڑھ جائیں، تو کیا انہیں کاٹا جا سکتا ہے؟

جواب: یہ بڑھے ہوئے بال قینچی سے کاٹنے میں کوئی حرج نہیں۔

❀ ابن ہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ يَأْخُذُ مِنْ حَاجِبِهِ بِالْمِقْرَاضِ .

''میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو دیکھا کہ آپ رحمہ اللہ بھووں کے (بڑھے ہوئے) بال قینچی سے کاٹ لیتے تھے۔''

(مسائل ابن هانئ : 1836)

❀ علمائے احناف کا بھی یہی فتویٰ ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری:5/358، البحر الرّائق لابن نُجَيم : 8/233)

سوال: درج ذیل روایت کا کیا حکم ہے؟

لَا يُصَامُ يَوْمُ الشَّكِّ إِلَّا تَطَوُّعًا .

''شک والے دن کا (فرض) روزہ نہیں، البتہ نفلی روزہ رکھ سکتے ہیں۔''

جواب: بے اصل روایت ہے۔

❀ حنفی علما نے بھی اسے بے اصل قرار دیا ہے۔

(درر الحكام لملا خسرو : 1/198، تبيين الحقائق للزّيلعي : 1/318، فتح القدير لابن الهمام : 2/496، الدّر المختار للحصكفي، ص 143، مَجمع الأنهر لشيخي زاده : 1/234، حاشية الطّحطاوي على مراقي الفلاح، ص 738)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ مُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ يَسْجُدُ عَقِبَ الْوِتْرِ سَجْدَتَيْنِ وَيَقُولُ فِي سُجُودِهٖ : سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ خَمْسَ مَرَّاتٍ لَا يَرْفَعُ رَأْسَهٗ حَتّٰى يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهٗ ذُنُوبَهٗ كُلَّهَا وَإِنْ مَاتَ فِي لَيْلَتِهٖ مَاتَ شَهِيدًا .

''جو مؤمن مرد یا عورت نماز وتر کے بعد دو سجدے کرے اور اس میں پانچ مرتبہ «سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ» پڑھے، تو سر اٹھانے سے پہلے اللہ تعالیٰ اس کے سارے کے سارے گناہ معاف کر دے گا اور اگر وہ اسی رات فوت ہو جائے، تو شہادت کی موت مرے گا۔''

جواب: بے سند اور من گھڑت روایت ہے۔

❁ علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثٌ مَوْضُوعٌ بَاطِلٌ لَا أَصْلَ لَهٗ .

''یہ من گھڑت اور باطل روایت ہے، اس کی کوئی سند نہیں۔''

(فتاویٰ شامی: 120/2)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْمُخْتَلِعَةُ يَلْحَقُهَا صَرِيحُ الطَّلَاقِ مَا دَامَتْ فِي الْعِدَّةِ .

''خلع والی عورت کو عدت میں ہی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔''

(المَبسوط للسّرخسي : 84/6)

(جواب): بے اصل اور جھوٹی روایت ہے۔

۞ حافظ بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَقَعْ لَنَا إِسْنَادُهُ بَعْدُ لِنَنْظُرَ فِيهِ، وَقَدْ طَلَبْتُهُ مِنْ كُتُبٍ كَثِيرَةٍ صُنِّفَتْ فِي الْحَدِيثِ فَلَمْ أَجِدْهُ.

''ہمیں ابھی تک اس روایت کی سند نہیں ملی کہ اس کی تحقیق کریں، میں نے حدیث کی بہت سی کتابوں میں اسے تلاش کیا، مگر باوجود بسیار کوشش کے نہیں ملی۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 317/7)

۞ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مَوْضُوعٌ لَا أَصْلَ لَهُ.

''یہ من گھڑت اور بے اصل ہے۔''

(التّحقيق في مسائل الخلاف : 295/2)

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

قُلْنَا : ذَا مَوْضُوعٌ.

''ہم کہتے ہیں: یہ جھوٹی روایت ہے۔''

(تنقيح التحقيق : 209/2)

۞ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ (۸۶۱ھ) فرماتے ہیں:

لَا أَصْلَ لَهُ.

”روایت بے اصل ہے۔“

(فتح القدير : 241/4)

سوال: یہ روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَحْلِقَ الْمَرْأَةُ رَأْسَهَا .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو سر منڈوانے سے منع فرمایا۔“

(سنن النّسائي : 5049، سنن التّرمذي : 919)

جواب: روایت ضعیف ہے۔

① قتادہ مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

② خلاس بن عمرو کی مرسل ہے، اس میں علی رضی اللہ عنہ کا ذکر راوی کا وہم ہے۔

❀ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْمُرْسَلُ أَصَحُّ .

”اس کا مرسل ہونا ہی راجح ہے۔“

(العِلَل : 195/3)

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثُ عَلِيٍّ فِيهِ اضْطِرَابٌ .

”حدیث علی رضی اللہ عنہ میں اضطراب ہے۔“

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 919)

❀ علامہ طیبی رحمہ اللہ (۷۴۳ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ جَوَازُ حَلْقِ الرِّجَالِ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ مردوں کے لیے سر منڈوانا جائز ہے۔''

(شرح الطّيبي : 2942/9)

✿ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ بِطْرِيقِ الْمَفْهُومِ جَوَازُ حَلْقِ الرَّجُلِ، وَلَا خِلَافَ فِيهِ .

''اس حدیث کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ مردوں کے لیے سر منڈوانا جائز ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں (بلکہ اتفاق ہے)۔''

(مرقاة المَفاتيح : 2845/7)

❀ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَحْلِقَ الْمَرْأَةُ رَأْسَهَا .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو سر منڈوانے سے منع فرمایا۔''

(مسند البزار [كشف الأستار] : 1136)

سند ضعیف ہے۔ روح بن عطاء بن ابی میمونہ ضعیف ہے۔

✿ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(الدّراية : 32/2)

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَرْأَةَ أَنْ تَحْلِقَ رَأْسَهَا عَلٰى كُلِّ حَالٍ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے لیے ہر صورت میں سر منڈوانے سے منع فرمایا۔''

(مسند البزّار [كشف الأستار] : 1133، الكامل لابن عدي : 105/8)

سند جھوٹی ہے۔ معلیٰ بن عبدالرحمٰن واسطی ''کذاب'' ہے۔

تنبیہ:

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ الْحَلْقُ، إِنَّمَا عَلَى النِّسَاءِ التَّقْصِيرُ .

''(حج وعمرہ میں) عورتوں کے لیے سر منڈوانا مشروع نہیں، ان کے لیے (پورا بھر) بال کاٹنا مشروع ہے۔''

(سنن أبي داود : 1985، سنن الدّارمي : 1946، سنن الدّارقطني : 271/2، وسندهٗ حسنٌ)

❀ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(علل الحديث : 246/3)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (المجموع:۸/۱۸۳) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (التلخیص الحبیر : ۵۵۹/۲، بلوغ المرام:۷۶۸) نے اس کی سند کو ''حسن'' قرار دیا ہے۔

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا أَنْ لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ حَلْقٌ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ (حج وعمرہ میں) عورتوں کے لیے سر منڈوانا مشروع نہیں۔''

(الإجماع، ص 58)

سوال: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں خود کو ہجرت کرتے دیکھا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دکھایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی ہجرت یثرب (مدینہ کا پرانا نام) کی طرف ہوگی۔ نبی کا خواب وحی ہوتا ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا:

إِنِّي أُرِيتُ دَارَ هِجْرَتِكُمْ، ذَاتَ نَخْلٍ بَيْنَ لَابَتَيْنِ وَهُمَا الْحَرَّتَانِ، فَهَاجَرَ مَنْ هَاجَرَ قِبَلَ الْمَدِينَةِ، وَرَجَعَ عَامَّةُ مَنْ كَانَ هَاجَرَ بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ إِلَى الْمَدِينَةِ.

''مجھے خواب میں آپ کی ہجرت کا مقام دکھایا گیا ہے، وہاں کھجور کے درخت ہیں، جو دو سیاہ پتھریلے میدانوں کے درمیان ہیں۔ تو ہجرت کرنے والوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور جن صحابہ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی، ان میں سے اکثر صحابہ بھی مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔''

(صحيح البخاري: 3905)

❁ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أُهَاجِرُ مِنْ مَكَّةَ إِلٰى أَرْضٍ بِهَا نَخْلٌ، فَذَهَبَ وَهَلِي إِلٰى أَنَّهَا الْيَمَامَةُ أَوْ هَجَرُ، فَإِذَا هِيَ الْمَدِينَةُ يَثْرِبُ.

''میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ سے ایسی زمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں، جہاں کھجور کے درخت ہیں، میرا گمان یہ تھا کہ وہ زمین ''یمامہ'' یا ''ہجر'' ہوگی، مگر وہ مدینہ یثرب تھی۔''

(صحيح البخاري: 3622، صحيح مسلم: 2272)

سوال: سب سے پہلے کن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی؟

جواب: ہجرت کر کے سب پہلے مدینہ پہنچنے والے صحابہ میں سیدنا مصعب بن عمیر اور سیدنا عبداللہ بن اُم مکتوم رضی اللہ عنہما ہیں، یہ اہل مدینہ کو قرآن پڑھاتے تھے۔

❁ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَوَّلُ مَنْ قَدِمَ عَلَيْنَا مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ، وَابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ وَكَانَا يُقْرِئَانِ النَّاسَ، فَقَدِمَ بِلَالٌ وَسَعْدٌ وَعَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ، ثُمَّ قَدِمَ عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ فِي عِشْرِينَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ....

''ہمارے پاس (مدینہ میں ہجرت کرکے) تشریف لانے والوں میں سب سے پہلے مصعب بن عمیر اور عبداللہ بن اُم مکتوم رضی اللہ عنہما ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہما دونوں لوگوں کو قرآن سکھاتے تھے۔ پھر بلال، سعد، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم تشریف لائے، اس کے بعد سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیس صحابہ کے ساتھ تشریف لائے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے......۔''

(صحيح البخاري: 3925)

سوال: کسی جن کے لیے ذبح کرنا کیسا ہے؟

جواب: ذبح ایک عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے جائز ہے، جن کے لیے ذبح کرنا شرک ہے، شرک سے تمام نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں، اس کے رہتے کوئی نفل یا فرض عبادت قبول نہیں۔ ایسا شخص اگر بغیر توبہ کے فوت ہو جائے، تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہے گا۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰى إِثْمًا عَظِيمًا﴾(النّساء: ٤٨)

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرے گا، اس کے علاوہ جس گناہ کو چاہے گا، معاف کر دے گا، جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا، اس نے (اللہ پر) بہت بڑا اہتان باندھا۔''

❀ نیز فرمایا:

﴿إِنَّهُ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ﴾

(المائدة : ٧٢)

''یقیناً جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے، (بغیر توبہ کے مر جائے، تو) اس پر جنت حرام ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔''

(سوال): مشرک نے ذبیحہ پر اللہ تعالیٰ کا نام تو لیا، مگر ذبح غیر اللہ کے لیے کیا، کیا ایسے شخص کے ذبیحہ کو حلال کہنے والا کافر ہے؟

(جواب): ایسا ذبیحہ جو غیر اللہ کے لیے ذبح کیا گیا، اس کا کھانا حرام ہے، خواہ ذبح کے وقت اس پر اللہ کا نام بھی لے لیا جائے۔ ایسا شخص مشرک ہے۔ جس نے ایسے شخص کے ذبیحہ کو حلال کہا، وہ خطا کار ہے، البتہ اسے کافر نہیں کہا جائے گا، کیونکہ وہ ایک آیت کے معنی میں فحش غلطی کا شکار ہے۔

❀ فرمان الٰہی ہے:

﴿فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ﴾

(الأنعام : ١١٨)

''جس (جانور) پر اللہ کا نام لیا جائے، اسے کھاؤ، اگر تم اللہ کی آیات پر ایمان رکھتے ہو۔''

بعض نے اس آیت کے معنی میں غلطی کھائی، کہتے ہیں کہ وہ جانور حرام ہے، جس پر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کے بجائے کسی اور کا نام پکارا جائے، لیکن جس جانور پر ذبح کے وقت اللہ کا نام پکارا جائے، وہ حلال ہے، خواہ اسے غیر اللہ کی نذر و نیاز کے لیے ذبح کر دیا جائے۔ یہ واضح غلطی ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) فرماتے ہیں:

''فرمانِ باری تعالیٰ ﴿وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ﴾ (المائدۃ:۳) (اور جو غیر اللہ کے لیے پکارا جائے) سے واضح طور وہ جانور مراد ہے جو غیر اللہ کے لیے ذبح کیا جائے، مثلاً کہا جائے کہ یہ جانور فلاں کے لیے ذبح کیا گیا ہے۔ جب مقصد یہ ہو تو زبان سے ادا کرنے یا نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس کی حرمت اس جانور کی حرمت سے زیادہ واضح ہے جسے گوشت کھانے کی نیت سے ذبح کیا جائے، لیکن ذبح کرتے وقت اس پر مسیح کا نام لیا جائے۔...... جب مسیح یا کسی ستارے کا نام لے کر ذبح کیا گیا جانور حرام ہے، تو وہ جانور بالاولیٰ حرام ہے جس کے بارے میں کہہ دیا جائے کہ یہ مسیح یا کسی ستارے کے لیے ہے یا ایسی نیت کر لی جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی بات کمزور ہے جو کہتے ہیں کہ غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا جانور تو حرام ہے، لیکن غیر اللہ کے لیے ذبح کیا گیا جانور حرام نہیں۔...... اس لیے جو جانور غیر اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ذبح کیا جائے، وہ حرام ہے، اگرچہ اسے ذبح کرتے وقت اللہ ہی کا نام لیا جائے۔ جیسا کہ اس اُمت کے منافقوں کا ایک گروہ کرتا ہے، یہ لوگ اولیاء اللہ یا ستاروں کا تقرب حاصل

کرنے کے لیے جانور ذبح کرتے ہیں اور عطریات وغیرہ کے ذریعے ان کی نذریں مانتے ہیں۔''

(اقتضاء الصّراط المستقیم لمخالفة أصحاب الجحیم : 64/2)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (852ھ) فرماتے ہیں:

﴿وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾، أَيْ مَا ذُبِحَ لِغَيْرِهٖ، وَأَصْلُهٗ رَفْعُ الذَّابِحِ صَوتَهٗ بِذِكْرِهٖ مَنْ ذُبِحَ لَهٗ .

''اس فرمانِ باری تعالیٰ سے مراد وہ جانور ہے، جو اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے ذبح کیا جائے۔اہلال کا اصل معنی یہ ہے کہ ذبح کرنے والا اس ہستی کا بلند آواز سے ذکر کرے،جس کے لیے جانور ذبح کیا جارہا ہو۔''

(هُدی السّاري، ص 202)

کتب احناف میں لکھا ہے:

ذَبْحٌ لِّقُدُومِ الْأَمِيرِ، وَنَحْوِهٖ، كَوَاحِدٍ مِّنَ الْعُظَمَاءِ، يَحْرُمُ، لِأَنَّهٗ أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ، وَلَوْ ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ تَعَالٰی .

''امیر یا اس طرح کے کسی بڑے کی آمد پر جانور ذبح کرنا حرام ہے، کیونکہ اس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہے، اگر چہ اس پر (بوقتِ ذبح) اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا ہو۔''

(الدّر المُختار للحَصكفي : 320/2، ردّ المُحتار لابن عابدين : 195/6، مجموعة الفتاویٰ لعبد الحي اللكنوي الحنفي : 306/2، 223/3)

معلوم ہوا کہ غیر اللہ کا تقرب مقصود ہو، تو ذبح کیا گیا جانور حرام ہوتا ہے، خواہ ذبح کے

وقت غیر اللہ کا نام نہ پکارا جائے، بلکہ اسے اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی بن شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ (1239ھ) لکھتے ہیں:

''اگر یہ نیت ہو کہ غیر اللہ کا تقرب حاصل ہو، تو اگر چہ ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کریں، تب بھی وہ ذبیحہ حرام ہوگا۔''

(فتاویٰ عزیزیہ:1/47)

سوال: ایک شخص جو زندگی میں نماز نہیں پڑھتا تھا، روزوں کا تارک تھا، غیر اللہ کے لیے ذبح کرتا تھا، بدعات کرتا تھا، وہ بغیر توبہ مر گیا، کیا اس کا قریبی رشتہ دار اس کی طرف سے حج یا عمرہ کر سکتا ہے؟ اور کیا اس کے لیے استغفار کیا جا سکتا ہے؟

جواب: مذکورہ شخص شرک اکبر کا مرتکب ہے۔ ایسے شخص کی طرف سے حج یا عمرہ جائز نہیں، نہ اس کے حق میں استغفار جائز ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَّسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ﴾

(التّوبة : 113)

''نبی اور مومنوں کے لیے روا نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں، گو وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، جب ان پر واضح ہے کہ مشرک جہنمی ہیں۔''

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

زَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرَ أُمِّهٖ، فَبَكٰى وَأَبْكٰى مَنْ حَوْلَهٗ، فَقَالَ : اسْتَأْذَنْتُ رَبِّي فِي أَنْ أَسْتَغْفِرَ لَهَا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي، وَاسْتَأْذَنْتُهٗ

فِي أَنْ أَزُورَ قَبْرَهَا فَأُذِنَ لِي ، فَزُورُوا الْقُبُورَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْمَوْتَ .

’’نبی کریم ﷺ نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی، خود بھی روئے اور دوسروں کو بھی رولا دیا، فرمایا: میں نے اپنے رب سے ماں کے لیے استغفار کی اجازت مانگی، مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اجازت نہ دی، البتہ قبر کی زیارت کی اجازت مانگی، تو اجازت دے دی، لہٰذا قبروں کی زیارت کیا کریں، یہ موت یاد دلاتی ہیں۔‘‘

(صحیح مسلم : 976)

جب مشرک میت کے حق میں استغفار کی اجازت نہیں، تو اس کے لیے حج یا عمرہ کیونکر جائز ہوسکتا ہے؟

دوسری بات کہ راجح مؤقف کے مطابق کسی صحیح العقیدہ مسلمان کی طرف سے بھی حج یا عمرہ کرنا جائز نہیں، البتہ اگر مرنے والے نے حج یا عمرہ کی نذر مانی ہو، تو میت کے قریبی رشتہ دار اس کی نذر پوری کریں گے۔

(سوال): درج ذیل آیت میں کس جگہ پر وارد ہونے کا ذکر ہے؟

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَقْضِيًّا، ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا﴾(مریم : ۷۱-۷۲)

’’تم میں سے ہر ایک نے اس پر وارد ہونا ہے، یہ تیرے رب کے ہاں حتمی اور فیصلہ شدہ بات ہے، پھر ہم پرہیز گاروں کو (وہاں سے) بچا لیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرتا چھوڑ دیں گے۔‘‘

(جواب): جمہور مفسرین کے مطابق اس آیت میں جس جگہ وارد ہونے کا ذکر ہے، وہ ''پل صراط'' ہے۔ صحیح احادیث اسی تفسیر کی تائید کرتی ہیں۔

یہ جہنم کے اوپر ایک پُل ہے، جو بال سے زیادہ باریک، تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ (مسلم:۱۸۳) ہر ایک کو یہاں سے گزرنا ہے، خواہ جنتی ہو یا جہنمی۔ مگر گزرنے کی کیفیت ہر ایک کی اعمال کے مطابق ہوگی، کوئی برق رفتاری سے گزر جائے گا، تو کوئی لڑھکتا ہوا، کوئی جہنم رسید ہو جائے گا۔ سب سے پہلے نبی کریم ﷺ پل صراط سے گزریں گے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

...... يُضْرَبُ جِسْرُ جَهَنَّمَ ...... فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يُجِيزُ، وَدُعَاءُ الرُّسُلِ يَوْمَئِذٍ؛ اللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ، وَبِهِ كَلالِيبُ مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ، أَمَا رَأَيْتُمْ شَوْكَ السَّعْدَانِ؟ قَالُوا : بَلٰى يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ : فَإِنَّهَا مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ، غَيْرَ أَنَّهَا لَا يَعْلَمُ قَدْرَ عِظَمِهَا إِلَّا اللّٰهُ، فَتَخْطَفُ النَّاسَ بِأَعْمَالِهِمْ، مِنْهُمُ الْمُوبَقُ بِعَمَلِهِ، وَمِنْهُمُ الْمُخَرْدَلُ .

''جہنم پر پل رکھا جائے گا۔ ......سب سے پہلے میں پل کو عبور کروں گا، اُس دن تمام انبیا یہی پکار رہے ہوں گے: اللہ! سلامتی کا سوال ہے (سلامتی سے گزار دے۔) پل صراط پر سعدان (ایک درخت کا نام) کے کانٹوں کی طرح کانٹے ہوں گے۔ (اے صحابہ!) کیا آپ نے سعدان کے کانٹے دیکھے ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا: جی ہاں، اللہ کے رسول! فرمایا: پل صراط پر بھی اس طرح

کے کانٹے ہوں گے، مگر وہ کتنے بڑے ہوں گے، یہ اللہ ہی جانتا ہے، وہ لوگوں
کو ان کے اعمال کے مطابق پکڑیں گے، بعض اپنے (برے) اعمال کی وجہ
سے ہلاک ہو جائیں گے اور بعض زخمی ہو کر نجات پا جائیں گے۔''

(صحیح البخاري : 6573، صحیح مسلم : 182)

سوال: مسجد کی تعمیر مکمل ہونے پر ''افتتاحی تقریب'' کا کیا حکم ہے؟

جواب: کسی علاقہ میں مسجد تعمیر ہو، تو اس کے افتتاح کے لیے تقریب منعقد کی جا سکتی ہے، اس مناسبت سے درس و وعظ کا اہتمام بھی کیا جا سکتا ہے، جس میں لوگوں کو مساجد کی اہمیت و ضرورت سے آشنا کیا جاتا ہے۔ نیز مہمانوں کے اکرام میں کھانے پینے کا بندوبست بھی کیا جا سکتا ہے۔

مسجد کے افتتاح کو بدعت کہنا درست نہیں، کیونکہ بدعت کسی چیز کو دین بنانے کا نام ہے اور مسجد کے افتتاح کو کوئی بھی دین کا حصہ نہیں سمجھتا، بلکہ اس کا تعلق ابلاغ دین سے ہے، جس کا کوئی بھی جائز طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے، واللہ اعلم!

سوال: کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ مصائب میں مدد کرتے ہیں؟

جواب: مدد صرف اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔ غیر اللہ سے مدد کی اُمید رکھنا جائز نہیں۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو ابن ملجم نے شہید کر دیا، آپ رضی اللہ عنہ اپنی مدد نہ کر پائے اور نہ اپنے قتل کی تدبیر کرنے والے کو جان پائے، تو بھلا وہ شہادت کے بعد دوسروں کی مدد کیسے کر سکتے ہیں۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان کو کربلا میں بے دردی سے شہید کر دیا گیا، مگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مدد نہ کی، کیا ایسا ممکن ہے کہ ایک شخص اپنے بیٹے کی جان بچانے کی طاقت رکھتا ہو، مگر اس کی جان نہ بچائے؟ یقیناً نہیں۔ تو جب ایک عام آدمی سے یہ بات بعید ہے، تو

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ کیسے سوچا جا سکتا ہے۔ درحقیقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ وفات کے بعد اللہ تعالیٰ کے پاس نعمتوں میں ہیں۔ وہ دنیا والوں سے باخبر نہیں، نہ ان کی مدد کرنے کی طاقت رکھتے ہیں، مدد صرف اللہ تعالیٰ ہی کرسکتا ہے اور اسی سے مدد مانگنی چاہیے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ﴾(الزمر : 36)

''کیا اللہ اپنے بندوں کو کافی نہیں ہے۔''

❁ نیز فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾(الأنعام : 17)

''اگر اللہ آپ کو تکلیف پہنچائے تو اللہ کے سوا کوئی اس کو دور نہیں کرسکتا اور اگر وہ خیر پہنچانا چاہے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾(آل عمران : ١٢٦، الأنفال : ١٠)

''(مافوق الاسباب) مدد صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔''

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَكُمْ وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ﴾(الأعراف : ١٩٧)

''جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، وہ تمہاری مدد کی طاقت نہیں رکھتے، نہ خود

اپنی مدد پر قادر ہیں۔''

تحت الاسباب مدد توکل کے خلاف نہیں اور توحید کے بھی منافی نہیں۔فوق الاسباب مدد غیر اللہ سے طلب کرنا توکل اور توحید کے منافی ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾(الفاتحة : ٥)

''ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔''

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ﴾(آل عمران : ١٢٦)

''مدد صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے جو کہ غالب اور حکمت والا ہے۔''

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾(الأنفال : ١٠)

''مدد صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے۔بلاشبہ اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔''

(سوال): قبروں پر پھولوں کا گلدستہ رکھنا کیسا ہے؟

(جواب): بدعت ہے اور قبروں کے متعلق غلو ہے، نیز کفار سے مشابہت ہے۔کفار کی مشابہت بالاتفاق حرام اور ممنوع ہے۔

(سوال): ایک شخص کبائر کا ارتکاب کرتا رہا، بغیر توبہ مر گیا، کیا وہ جنت میں جائے گا؟

(جواب): اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ جس کے عقیدہ میں شرک وکفر نہ ہو، تو وہ کبائر کی بنیاد پر ابدی جہنمی نہیں ہوگا، اس کا معاملہ اللہ کی مشیئت پر ہے، وہ چاہے، تو اسے معاف کردے، چاہے تو عذاب سے دوچار کر کے جنت میں داخل کردے۔

سوال: کیا خضر علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعزیت کی۔

جواب: ثابت نہیں۔اس بارے میں مروی روایات ضعیف ہیں۔

❀ سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ خضر علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعزیت کی اور فرمایا:

إِنَّ الْمُصَابَ مَنْ حُرِمَ الثَّوَابَ .

''بے شک مصیبت زدہ وہ ہے، جو اجر وثواب سے محروم رہ جائے۔''

(المُعجم الکبیر للطّبراني : 128/3)

سند ضعیف ہے۔عبداللہ بن میمون قداح ''ضعیف ومتروک'' ہے۔

اس بارے میں دیگر روایات بھی ہیں، سب کی سب ضعیف ہیں۔

❀ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي أَسَانِيدِهٖ ضَعْفٌ .

''اس کی تمام سندوں میں ضعف ہے۔''

(السّنن الکبریٰ، تحت الرقم :7091)

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كُلُّ هٰذِهِ الْأَحَادِيثُ لَا تَثْبُتُ .

''(خضر علیہ السلام کے بارے میں) یہ تمام احادیث غیر ثابت ہیں۔''

(المُنتظم :363/1)

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْأَحَادِيثُ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهَا الْخَضِرُ وَحَيَاتُهٗ كُلُّهَا كِذْبٌ وَلَا

يَصِحُّ فِي حَيَاتِهٖ حَدِيثٌ وَاحِدٌ .

''وہ تمام احادیث، جن میں خضر علیہ السلام اور ان کے زندہ ہونے کا ذکر ہے، سب جھوٹ ہیں، حیات خضر کے بارے میں کوئی ایک حدیث بھی ثابت نہیں۔''

(المَنار المُنيف، ص 67)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ رُوِيَ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ ضَعِيفٍ ...... وَلَا يَصِحُّ .

''یہ روایت دیگر ضعیف سندوں سے بھی مروی ہے۔...... یہ روایت ثابت نہیں۔''

(البِداية والنّهاية : 258/2)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هِيَ وَاهِيَةٌ كُلُّهَا .

''اس بارے میں مروی تمام روایات ضعیف ہیں۔''

(نتائج الأفكار : 358/4)

❁ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْجُمْهُورُ مِنَ الْفُقَهَاءِ وَالْمُحَدِّثِينَ وَغَيْرِهِمْ وَبَعْضِ الصُّوفِيَّةِ عَلٰى أَنَّهٗ مَاتَ .

''جمہور فقہا، محدثین وغیرہ اور بعض صوفیا کے نزدیک خضر علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔''

(مِرقاة المَفاتيح : 3466/8)

جب حیات خضر علیہ السلام کے بارے میں ساری کی ساری روایات ضعیف ہیں، تو ان کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعزیت کرنا کیسے ثابت ہو سکتا ہے؟